جلد ۹ مضامین غیر نمبر ۴۱

یکشنبہ ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء

بنارسی حور

بنارس کوئی بہشت نہیں جہاں حوریں بستی ہوں مگر اس نام کا ایک ماہوار رسالہ بنارس سے منشی اکبر علی صاحب بنارسی نکالتے ہیں۔ اس کے سرورق پر ایک نہایت خوبصورت عورت کی رنگین تصویر ہے جو ہندوستانی مذاق کے اعتبار سے حسن کا ایک مکمل نمونہ ہے۔ سرورق کو دیکھ کے ہر شخص کا جی للچاتا ہے بشرطیکہ فرجوانی میں کسیقدر رس باقی ہو۔ "پیمانہ آگرہ" میں عمرانہ کی ترتیب سینہ کی تعریف و توصیف بذریعہ الفاظ کی گئی تھی لیکن بنارسی حور کی تصویر میں "علم روحانی" کے ماہر منشی اکبر علی صاحب نے خدا جانے کس خیال سے بقعہ حسن کے دونوں برج نیلگوں کلس سمیت بالکل علانیہ دکھا دیے ہیں۔ انگیا کا اوچھا غلاف بھی ان نارنگیوں کو چھپا نہ سکا جن کا رس دو بھونرے ٹھیک اسی طرح چوس رہے جس طرح اطفال انجمن عمرانہ کے دودھ دانوں پر جھکے پڑتے بیان کیے گئے ہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ رسالہ نہ کوک شاستر کے مضامین کا حامل ہے۔ نہ لوگوں کے حیوانی قوتی کو ہیجان میں لانا اسکا موضوع ہے وہ تو سادہ رنگ چھپا ہزم رسیا سیپا کا ایک بے ترتیب مجموعہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قسم کی تصویروں سے مذکورۂ بالا مباحث کو تعلق ہی کیا ہے۔ علاوہ سرورق کے اسکے پہلے نمبر میں صفحہ ۸ کے بعد جوبن کا جو معمولی رنگین صورت اور نقوش کے ساتھ دکھایا گیا ہے اسکی داد بذریعہ الفاظ کل سے دی جا سکتی ہے۔ ایک نوجوان ہندوستانی عورت فرش پر نیم دراز ہے اچست انگیا ذیل میں پیوست ہے۔ نیلے نیلے پھولوں کا ایک گچھا ٹھیک اسی طرح انگیا کی نوک (چنگلہ) پر رکھا ہوا ہے جیسے چوبے پر مقیش کے پھندنے رکھے جاتے ہیں یا جس طرح چندن چوکی پر پنڈت کھاسام سج توند تشریف فرما ہوتے ہیں۔

آج معلوم ہوا کہ غنچہ کو شاخ طفل کیوں لڑا دیتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

طفل غنچہ کی چمن میں آج بسم اللہ ہے

یہاں غنچہ ابھی دودھ پی رہا ہے۔ کچھ دنوں میں دودھ بڑھائی ہوگی۔ نوجوانوں کو لازم ہے کہ وہ حضرت غالب کے اس قول پر اعتماد نہ کریں

ایسی جنت کو کیا کرے کوئی
جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں

جو حور اس رسالہ کے سرورق پر اور رسالے کے اندر ہے وہ بعنایت مہتمم رسالہ اس عیب سے پاک ہے اور رسالہ کی دوکان میں غالباً اسی غرض سے جلوہ افروز و جلوہ فروش ہے جس غرض سے ولایت کے بعض تاجر دوکان پر نوجوان خوبصورت عورتیں ملازم رکھتے ہیں یعنی دوکان کی رونق اور خریداروں کی تفریح

بازار خویش و آتش ما تیز می کنند

لاتقہ

ادیار

فیشن ایبل زبان

(یعنی رنگ میں ابلق زمرے میں کٹ ٹمی)

سنیے حضرت... اسوقت دنیا میں ہزاروں زبانیں موجود ہیں.. مثلاً عبرانی۔ سریانی۔ یونانی۔ رومانی۔ دیورانی۔ جاپانی۔ ہسپانی۔ ہندوستانی۔ سنسکرت۔ مرہٹی۔ بھاشا۔ پشتو۔ فارسی۔ عربی۔ تامل۔ تلنگی۔ فرانسیسی۔ جرمنی۔ انگلستانی۔ ریانی۔ لاطینی۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان صدہا زبانوں کی ہزارہا قسمیں اور کھو کھا شاخیں ہیں۔ کچھ مر جائینگی کچھ ابھی ہری ہیں۔ مزید براں دنیا مد ترقی ہے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ زبان پھسڈی رہ جائے۔ لہذا اینجانب نے لوگوں کی بدشوقی دیکھ کر ایک ایسی زبان ایجاد کی ہے۔ جسکو مخلس کہا جائے۔ تو بیجا نہوگا کیا معنی کہ جس طرح گدھے اور گھوڑی کے میل سے خچر۔ چاول اور دال کے سنگم سے کھچڑی شکر اور پانی کی آمیزش سے شربت۔ گندم اور جو کے اختلاط سے گوجئی۔ زردی و نیل کے اتصال سے بادامی۔ چونے اور گارے کی آمیزش سے سندلا۔ تانبے اور چاندی کے جوڑ سے سونے کا وجود ہے اور اس وجود سے کسی کو شکایت نہیں تو شکایت کیوں نہیں؟ اے حضرت کالے اور گورے کے تال میل یا اجتماع و امتزاج سے جو نئی پود پیدا ہوئی ہے اُس کے حرکات ملاحظہ فرمائیے پہنچ اسی طرح آپ اسے بھی معجون مرکب سمجھ لیں۔ زمانۂ حال کے بہت سے خر دماغ حضرات نے ہمکو پسند کر کے ہماری محنت کی داد دی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایک دلچسپ مکالمہ اپنی زبان کا درج کرتے ہیں مگر یہ صرف اسلیے کہ ہمارے قدردان حضرات کی سمجھ میں اسکی نوعیت اچھی طرح آجائے ذرا ملاحظہ فرمائیے گا۔

مسٹر X (اکیس) اور مسٹر Z (زیڈ) دونوں فل جنٹلمین۔ ایک بنگلہ نما کوٹھی میں جلوہ افروز چیرز (chairs) واقعات حاضرہ پر ان دی سد وے (in this way) تھ دیتے ہیں۔

مسٹر X (اکیس) ہوم رول کے متعلق میری خاص اوپنین (opinion رائے) یہ ٹل تو رابنگ (till now) یہ بات مسلمانوں کے اگینسٹ (against خلاف) معلوم ہوتی ہے.. اس میٹر (matter) میں واٹ ڈو یو تھینک (what do you think) مسٹر زیڈ۔

مسٹر زیڈ۔ یس۔ یس ائی ایم ناٹ پریپرڈ ٹو گیو (I am not prepare to give) اپنی رائے یٹ... انٹل (until yet) ابھی اس سبجکٹ (subject) کے آل (all) نشیب و فراز پر میں لاپرپی (many deep) خیال

خطر بقیہ

ڈکروں ۔میں کوئی ڈیسیزیو (decisive) یا (decided) اظہار نہیں کر سکتا۔ ہاں ۔ البتہ اتنا کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ سرکمس ٹینسز (circumstances) کو دیکھتے ہوئے آئی ایم اوبلائجڈ (I am obliged) ٹو کنکلوڈ (To conclude) کو بہت سے مغالطات اٹھایا گیا ہے ۔۔ پی (ریٹائرم) قبل از وقت ۔

مسٹر ایکس ۔ اوہ یو سیم ٹو ناٹ (شاید آپ نہیں رکھتے) (aware you not) بسنے کی خبر ۔ اوہ ۔ کیا آپ نے وہ آل نیوز (there all news) نامی اخبار کو جس کو مسٹر پی سینٹ اور ان کے ان اسے کنڑی پیپرز آئی فالو ورس (in a good) ۔۔۔ (newspaper) شائع کرایا ہے ابھی ریڈ (perused) نہیں فرمایا ۔۔ اور ابھی آپ ۔۔۔ ایک بڑے لیڈر ۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں ۔۔۔ ارے تو بیگ یور پارڈن (معاف کیجئے گا) فیشن (ہیں قسمت) ۔۔۔

مسٹر زیڈ (اپنی مونچھوں کے بچے ہوئے باقی ماندہ حصہ کو بہت ہی رعونت کے ساتھ مروڑتے ہوئے) آئی سٹل کیر فار یورڈ (میں آپ کی پروا نہیں کرتا) عدم وہ آئیڈیاز (خیالات) یہ آپ کے سطحی خیال کا اظہار ہے ۔۔ میں مسلمانوں کے بارے بہت ہی ڈیپ کنسیڈریشن (عمیق غور و فکر) کے بعد کسی بات کو پورے طور پر یوسفل (کارآمد) یا یوزلس (مضر) ہونے کی نسبت کوئی اوپینین (رائے) قائم کیا کرتا ہوں فار یور چونکہ آپ (وقت ہیں) کہ تبییل کا رشتہ طلب ہو ۔

مسٹر ایکس ۔ سگار کا ایک کش لگا کر دھواں چھوڑتے ہوئے ۔ جبیں ذرا سا ناک سے چڑھ گیا ۔ اے جناب آئی ایم ساری فار یور وزڈم (میں آپ کی دانائی پر افسوس کرتا ہوں) دانشمندی ہو ۔ صرف آپ ہی ایسے خیرخواہ کر تا قوم (a) کوئی تھیوریٹیکل (فیصلہ) ہی فرما سکے ۔ یہ تو ہی پیارے کہاوت

ہو گی ۔۔ کہ ۔۔۔ ارے اس کیا ہے ۔۔۔ وہ ۔۔۔۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود (ذرا مسکرا کر) اگر لانگ یو (شاید آپ کے) دو چار مسلم لیڈر اور پیدا ہو جائیں ۔۔ تو پھر گاڈ (خدا) ہی حافظ ہے ۔

مسٹر زیڈ ۔ (پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ذرا سنبھلتے ہوئے) آپ کن نیوز پیپرز (اخبارں کا مذاق) کی ہسٹری (مطالعہ) کیا کرتے ہیں ۔ کہ آپ کو غلط اور بے بنیاد افواہیں رانگ رپورٹس کا علم ہوتا ہے ۔۔ جن کا سر پیر آئی تھنک (میں خیال کرتا ہوں) ابھی تک کوئی بھی بڑی میٹنگ (جلسہ) مسلم لیگ ٹ ہیڈ کوارٹرز وغیرہ کی طرف منعقد نہیں ہوئی ۔ ورنہ اشارہ (بیورو) ناممکن کہ آئی (میں) اس میں اون شٹ (مدعو) نہ کیا جاتا ۔ دوسرے یہ کہ میں چونکہ آل نیوز (تمام خبریں) سوائے پائنیر ڈ گورنمنٹ گزٹ کے کسی اور اخبار میں نہیں دیکھتا ۔ بلکہ آل آدر پیپرز (دوسرے کل اخبار) کو بیلو نوٹس (ناقابل توجہ و التفات) خیال کرتا ہوں ۔ ہاں تو ۔۔۔ ان میں آپ تو پریزنٹ (تا زمانہ حال) کوئی ایسی خبر آئی ڈونٹ سی (میں نے نہیں دیکھی)

مسٹر ایکس ۔ میں نہیں سمجھتا ۔ کہ میرا آپ کا رد و بدل کرنا اس وقت ۔۔ سوال از آسمان اور آنسر (جواب) از ریسمان بھلا آپ نے کس بات کو ایونڈ (مسترد) کیا ۔۔۔ ان اخبارات کو وٹ پیپرز (جنکا آپ نے نام لیا) یعنی مسلمانوں کی ان باتوں سے کیا کنکشن (تعلق) ۔۔۔ اسی وقت ایک اور جینٹلمین (بڑائی وضع) کے ملا خدا معلوم کہاں کے مارے کہ میرے مع جبہ و دستار کے آن وارد ہوئے اور دروازہ ہی پر اپنی دقیانوسی پاپوش اتارنے کی کوششیں کرنے لگے ۔۔ مسٹر ایکس نے وہیں سے خیر مقدم کیا ۔

مسٹر ایکس ۔ بڑی خوش قدم مولانا ۔ آئیے ۔

آئیے ۔۔۔ سقدر آرلی (سویرے) آپ نے کیسے ٹرابل (زحمت) فرمائی ۔

مولانا ۔ چونک کر ۔ مطلب کہنے کا یہ ہے ۔۔ کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مطلب کہنے کا یہ ہے ۔۔ کہ میں آج یوں ہی بغرض ملاقات جانب چلا آیا ہوں ۔ آپ نے کیا دریافت فرمایا ۔۔۔ مطلب کہنے کا ۔۔۔۔۔

مسٹر ایکس اور زیڈ ہنس پڑے ۔۔ مگر مسٹر ایکس نے لپک کر مولانا کو لیا ۔۔ اور مسٹر زیڈ سے یوں انٹروڈکشن (تعارف) کرایا ۔

مسٹر ایکس ۔ (مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) آپ ایک قابل اور لائق مولانا صاحب میں بڑے نیک آدمی ہیں ۔ اور یہ پریزنٹ لیڈر (مسلم زمانۂ حال) کے علاوہ تمام خرافات دنیا سے پاک نہایت نیک اور وہ اوٹ ریجن (مسجد) کے سارے سادہ لوح شخص ہیں ۔

مولانا ۔ طریق گفتگو سے اپنی توہین سمجھ کر ۔ جی حضرت ۔۔ مطلب کہنے کا یہ ہے ۔۔ کہ بندہ کس قابل ہے ۔۔ اور یہ صرف آپ حضرات کا گویا مطلب کہنے کا یہ ہے ۔ کہ حسن ظن ہے ۔

مسٹر زیڈ ۔ مجھے بل فور (اس وقت کے) پہلے نیاز حاصل کرنے کا چانس (اتفاق) ہی نہ ملا تھا ۔ یہ میری گڈ لک (خوش قسمتی) ہے کہ آج آپ سے ملاقات ہو گئی ۔

دفعتہً بیک مسٹر ایکس سے مخاطب ہو کر اسی طرح نہیں ہی سیمس ٹو بی وری ڈرٹی ۔ فیلو ۔ (انکی برخ دیکھیے کیسے میلے کچیلے آدمی ہیں) See his face. he seems to be very Dirty.

مسٹر ایکس ۔ کہیے مولانا ۔ اس وقت آپ نے آخر کیسے واک (تشریف) کی ٹرابل (زحمت) اٹھائی ۔۔۔

مولانا ۔ آئیں ۔۔ کیا فرمایا ۔۔ مطلب کہنے کا یہ ہے ۔ کہ کہیں اختر آپ حضرات کا مخل صحبت تو نہیں ہے ۔

مسٹر ایکس اور زیڈ ۔ ہم زبان ہو کر ۔ اوہ ۔۔ نو ۔ نو ۔ (سیمس نہیں) آپ کو ایسا تھنک (خیال) ۔

نہیں کرنا چاہیے۔

مسٹر ایکس۔ (مولانا کی طرف بڑھ کر اور عادۃً ایک لمحہ آنکھیں بند کر کے) آپ تو ہمارے بڑے کرم فرما ہیں۔ مگر یہ تو فرمائیے۔ کہ آپ " سوچ " (استدر) تکلیف کیوں فرماتے ہیں۔ اول تو استدر آرلی (سویرے) تشریف آئی براہ مہربانی سیک جیٹ (جلدی) فرمائیے۔ اور پرائز بی آن (چسل دیجیے)

مولانا۔ (اپنی ذہانت و انگلش فہمی پر ناز کرتے ہوئے) میں اس عزت افزائی کا دل سے ممنون ہوں مطلب کہنے کا یہ ہے۔۔ کہ آپ لوگ ابھی ہوم رُول کے متعلق فرما رہے تھے۔ مطلب کہنے کا یہ ہے کہ۔۔۔

ابھی مولانا کچھ کہنے نہ پائے تھے۔۔ کہ مسٹر ایکس اور زیڈ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے۔۔ اور بات کاٹ کر بولے۔۔۔

مسٹر ایکس۔ ہاں۔ ہاں۔ نیرلی (قریب قریب) یہی مفہوم تھا۔۔ آپ خوب سمجھے۔۔

مولانا۔ (اپنی ذہانت پر خوش ہو کر داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے) مطلب کہنے کا یہ ہے۔۔ یہ سب آپ لوگوں کی صحبت کا اثر و فیض ہے۔ گویا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ میرے خیال میں ہندو اور لوجوہات چند در چند مسلمان گویا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ بالکل اسکے اہل و مستحق نہیں۔ یہ کیسے کیوں۔۔ اولاً قلت تعلیم۔ گویا مطلب کہنے کا یہ ہے۔۔ ثانیاً قحط الرجال فی القوم وغیرہم۔ گویا مطلب کہنے کا یہ ہے۔۔ کہ ثالثاً فقدان اتفاق و یکجہتی بالتمام ہے۔۔ مطلب کہنے کا یہ ہے۔ کہ آپ لوگ بھی اسکی تائید فرمائیں گے۔

راوی۔۔ اے سبحان اللہ۔۔ کیا بات فرمائی ہے۔۔ منہ چومیے یا قربان جائیے۔ واہ مولانا چہ گفتم۔۔۔

(راقم)

آتشباب لکھنوی

غزل

جو لوگ تعصب کی راہ سے کہتے ہیں کہ ہندوؤں نے اردو کو ستیاناس کر دیا اونہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالنا چاہیے جب گردن جھکے آنکھیں بھینچ کر گریبان میں کولھو کے بیل کی طرح ایک ہی مرکز پر گھومنے کا شغل کریں تو لازم ہے کہ "پیمانہ" اور دوسرے غارت گران اردو کو بھی سامنے رکھ لیں تاکہ طالب اور بزعم خود کامل دونوں کے محاسن کا تقابل ہو سکے۔

ڈاکٹر پی۔ کے شرما رہتک کے رہنے والے ہیں ذوقی اور ساغر آگرہ میں رہتے ہیں اور علیگڑھ میں اپنی زبان گھر دیر چڑھا چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی سعی جاری ہے اور وہ دونوں قادر الکلام شاعر دیو ارشاعری ہیں۔ ارتعاش کلام کے گُرستے شمار در شمار ہیں۔ "ٹھیک اسی طرح دکھا رہے ہیں جیسے سینما کی تصویریں۔ ڈاکٹر کی سیدھی سادی بول چال سے مطلب سمجھ میں آ جاتا ہے اور ان دونوں کا کلام وہ خود ہی سمجھتے ہونگے۔ غرض برا ہے یا بھلا بغیر کسی تصرف کے حسب فرمائش مصنف شائع کیا جاتا ہے۔

جو ہر گھڑی آہ کے شرارے ہمارے منہ سے نکل رہے ہیں
دلیل اسکی یہی ہے شاید کہ سوز الفت سے جل رہے ہیں
اثر ہے قسمت کا اپنی اپنی کسی سے اسکا گلہ ہی کیا ہے
کہ ہم ہیں محروم وصل دلبر عدو کے ارماں نکل رہے ہیں
بپا ہے عالم میں کیوں نہ طوفاں کیوں نہ ہو پھر غرق آب دنیا
کہ چشمے پانی کے چشم تر سے ہماری پیہم ابل رہے ہیں
زبان رو کو زبان نہیں ہے سننے کی تاب ہم کو
یہ بدکلامی کے کیسے فقرے تمہارے منہ سے نکل رہے ہیں
یہی جو عالم رہا ستمگر بچے گی پھر اپنی جان کیونکر
خدنگ ناوک۔ اور کے خنجر ہی سینے پر چل رہے ہیں
انھیں یہ کچھ خوش نصیبی ہے غرض کی ہوا چل پڑی یا
بچا ہے ہوئے کے دل ہمارا ادھر ہم سے آنکھیں ادل بدل رہے ہیں
گرو میں اپنے تھے رام جب تک تو پی رہے تھے تم کے خم ہزاروں
رہا نہ جب اپنے پاس پیسا تو میکدے سے نکل رہے ہیں

جناب کرشن کا زہد و تقوی خفتا دکھا رہی کا تقاضہ ہے

خراب خانہ سے منہ چھپائے رہی تو حضرت محل رہے ہیں

اس قسم کی سیدھی سادی زبان میں ہر قسم کے مضمون کھپ سکتے ہیں محنت اور وقت درکار ہے پھر کیا غم ہے کہ اس انداز میں نام رکھنے کے قابل کوئی پہلو نہیں ہے نہ زبان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

ایڈیٹر

بدست عوام قرد حنت سے لیے

سمن بغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۳ ضمنی ۱۵

بعدالت مکان اجلاس چودھری محمد علی صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر مقام رودولی ضلع بارہ بنکی۔

غلام حسین خاں و زاہد حسین خاں پسران مہدی حسن خاں قوم پٹھان ساکنان موضع سیونہ دھارا پرگنہ موی جھوندرہ مدعی۔

بنام

اولاد حسین خاں تفضل حسین خاں و لیاقت حسین خاں پسران محمد حسین خاں ساکنان موی و صفدر حسین خاں ولد سید خاں ساکن سیونہ دھارا و مسماۃ ریاض النسا بیوہ صادق حسین خاں ساکن حال مخدوم پور و غلام اشرف خاں و غلام محمد خاں نابالغان پسران حمایت رسول خاں بولایت مسماۃ سوگرا اور خود ساکنان موضع سیونہ دھارا پرگنہ موی جھوندرہ

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت دلا پانے سمجھوتے کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۱ نومبر ۱۹۲۴ء وقت ۱۰ بجے مقام قصبہ رودولی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہاری حاضری کے لیے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات پر جن پر تم بتائید اپنے جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکورہ تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۱۱ ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط محمد علی انگریزی

چودھری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ دوم

نوبہار

بنارسی دل دیکھنے کے بعد ہماری نظر سے ایک اور ماہانہ ادبی نوکار رسالہ گزرا جسکا نام نوبہار ہے اس رسالہ کے ایڈیٹر جناب میر احسان علی صاحب نوفخر ہیں۔ مشہور معروف اُردو نویس مسٹر حامد اللہ افسر بی اے کی خاص نگرانی کا شرف اسکو حاصل ہے۔ ہم نے تنقید میں ہمیشہ روئے ورعایت سے اجتناب کیا ایڈیٹر صاحب "اودھ پنچ" کی روایت بھی یہی ہے بار ہا اُن سے کہا کہ جناب آپ کی صاف گوئی لوگو کو بہت کھلتی ہے آجکل دُنیا کا رنگ یہی ہے "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" طرح طرح کی خدائیاں اسی ضابطہ پر قائم ہیں۔ لیڈر سے لے کر پھونک اسی آپ جیتے پر زندہ ہیں۔ ایک شخص کوئی کام ملک یا خدا کے نام سے شروع کرتا ہے جسکو دُنیا میں کوئی نہیں پوچھتا وہ اسی تاک میں لگے رہتے ہیں چلیے ادھر صدا دی "چل من ناصر" لبیک اُدھر لبیک لبیک کی آواز گونجی۔ آج جتنی قومی تجارتیں چل رہی ہیں اُن میں فی صدی ننانوے محض اسی "من ترا حاجی بگویم" کے چرخ پر گھومتی ہیں" پیران نمی پرند مریداں می پرانند" معاملہ ہے روزی کا پیٹ کے لیے آدمی سب کچھ کرتا ہے۔ ہمارے ملکی جہاز بھی ماشاء اللہ کسی لیڈر پر جھکے اگلے پچھلے جن جنکو زمانہ کے دل سے محو ہو چکے ہوں نکتہ چینی نہیں کرتے۔ سچ ہے اپنی ہر دلعزیزی کو نقصان کون پہونچائے۔ دھڑا دھڑ موسی پی واپس ہونے کی کوفت کون اٹھائے۔ جنکی مع سرائی کے بوتے پر اپنی ہستی قائم ہے انکی ذات پر جرح قدح کرنے سے

یکے بر سر شاخ و بُن می بُرید

کی مصوبت کون سہے۔ لہٰذا "تو نیست مولانا....... کی وہی نیت اپنی" اللہ اکبر"

لیڈر صاحب مان کو پیر بیٹے تو اخبار نویس صاحب مان کو اپیر بیٹے حضرت! مان کو انگریزی کا حرف نہ سمجھیے یہ فارسی لفظ ہے اسکے معنی ہیں "دروغی" کو پبلیشن کے معنی آپ جانتے ہیں یہ پنچ لیڈر صاحب خوشامدی تو اخبار نویس صاحب بھی خوشامدی۔ آج تبلیغ کے بغیر جینا محال۔ کل تبلیغ کی حضرت جی کا جنجال۔ لیڈر صاحب نے اپنی اچھا تقریر میں قومی نعرہ ہائے مرام سے چکناتے ہوئے بول زبان سے نکالے اور کالم اخبار ہا کی چکناتی دوڑی اب جس کو دیکھیے چکنا گھڑا ہے بوند پڑی اور پھسل گئی۔ یہ مسئلہ کہ لیڈر کے اخبار پر اخبار نویس زندہ ہے یا اخبار نویس کا قلم لیڈر لی زندگی کا سہارا آکسیجن اور نتیجن جیسے انڈے اور مرغی۔ تخم اور درخت کا دور۔ مگر لزوم کی صفت دونوں میں ضرور ہے۔ پس آپ کیوں اس روش کو ترک کرتے ہیں۔ اس سے اودھ پنچ کی اشاعت نسیتی کا آئل ہو جائے گی۔ فن عمن پر تیکی کسی کے شاگرد ناک بھوں چڑھا ئینگے کسی کے مرید اور چیلے جھنا ئینگے۔ کوئی تعصب کا الزام دے گا۔ کوئی گالیوں کا انعام دیگا۔ مگر ایڈیٹر صاحب ایک نہیں سُنتے۔ وہ کہتے ہیں کہ اودھ پنچ کی زندگی سچائی پر منحصر ہے پیشہ ور عملہ لیڈر یا متعصب نہدگان کی بھتائی کے بیگن میری ٹیک بازاری بھاؤ پر موقوف نہیں ہے۔ اگر جھوٹ کی طرح یہ پرچہ پسند خاطر عوام وخواص ہوا تو اسکا جینا مفتخر ہے۔ اور ہمیں کوئی حق نہیں کہ مجبوروں کی لے دے کرتے رہیں۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک رند خرابا تی محض اسوجہ سے کہ اپنی بد افعالی کو عالم آشکار کر دیتا ہے ہجو کے قابل سمجھا جائے اور اُن لوگوں کی مدح کی جائے جو مسند ہدایت وارشاد پر وضو نا تے مال پر مختاری پر کمر باندھتے۔ ٹٹی کی اوٹ شکار کھیلتے۔ دانہ ہائے تسبیح کی ہر ایک گردش پر ایک تازہ گناہ کے مرتکب ہوتے۔ اپا ہج بنے قناعت و توکل کو بدنام کرتے تیری میری جیب پر...... نگاہ بدڈالتے پھرتے ہیں۔ بلا سے انکے معتقد یا مرید خفا ہو جائیں مگر ہمیں نقل کو اصل سے جدا کر دینا لازم ہے۔ اگر ہم بھی یہی روبیہ اختیار کریں تو وہی بات۔ بقول بوالحسین کے "اپنا پوت پینگر دوسرے کا ڈھینگر"۔

الغرض اگر یہ روش صحیح ہے اور ہماری منصفانہ تحریر سے لوگ ناراض ہو کے جواب میں ذلیل وبرباد کی چشم پوشی کرتے اور گالی گلوچ پر تیں دلقیمین ہوتے ہیں تو انکو لازم ہے کہ بندہ کے بجائے جناب ایڈیٹر صاحب سے بازپرس فرمائیں (بہت خوب! پنچ) ایجناب تو حکم کے بندے ہیں۔ مثلاً اسی نوبہار کو لیجیے یہ بغرض اظہار رائے اودھ پنچ کے دفتر میں بھیجا گیا ہے۔ اور ہم سرورق سے لگا لگاتے ہیں۔ سرورق پر ایک سیاہ و چپے دار تصویر ہے۔ ممکن ہے کہ دقیق النظر نظر بازوں کو اس تصویر میں بہار و باغ و نہر و سبزہ نادر دکھائی دے مگر ہماری بدمذاقی اس سیہ بختی میں کوئی صحیح نقش نہیں دکھیتی۔ اسے چھاپے کی خرابی کہیے یا نظر کی کوتاہی۔ انگریزی جرائد میں بھی یک رنگ تصویریں ہوتی ہیں اُن میں مصور جو کچھ دکھانا چاہتا ہے دکھاتا ہے اور دیکھنے والا اسکی تائید کرتا ہے مگر یہاں بہار و خزاں کچھ بھی نہیں صرف "داغ" اور وہ بھی سیاہ نقدا نقد موجود ہیں سے

پھر بہار آئی چمن میں زخم دل آئے ہرے
پھر رہے داغ جنوں آتش کے پرکالے ہرے

یہ کسی پرانے شاعر کا قول ہے۔ اگر فی الواقع بہار کی ہوا سے زخم ہرے ہو جاتے ہیں تو یہ تصویر ضرور اُنھیں زخموں اور داغوں کا عکس ہے۔ اس عنوان کے اندر مع روشنائی سے "نوبہار" تحریر حامد اللہ افسر بی اے کا زندہ و میر احسان علی کو تمرہ چھپا ہوا ہے جسکے نقوش سُرخی کے رعایت سے

معراج کمال

لکھنؤ کے مشہور شاعر مرزا آتش مرحوم ومغفور کی چیدہ و منتخب غزلوں کا مجموعہ طالبان زبان اردو کا شاہراہ ترقی۔ فاضلین زبان کے لیے سرمایۂ بصیرت۔ ابتدا میں مصنف کے حالات زندگی تحریر کیے گئے ہیں حجم تقریباً ساڑھے تین سو صفحات۔ قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ



" کشش مرکزی کا کھیل "

لبرل " کہیے حضرت! مزاج شریف - آگئے نہ اپنی اوقات پر؟ ادھر دیکھیے یہاں پھر مونچھیں آسمان کی سیر کرنے والی ہیں "

مزدور " ہاں جناب - اگرچہ دونوں اُدھر کنسرویٹو پارٹی کے مقابلہ میں اِن مونچھوں کا یہ عالم نہ تھا - دیدہ خواہد شد "

زخم کے تمام مقام ہو سکتے ہیں۔ عنوان صفحہ پر "انا مدینۃ العلم علیگرھ" کا ماہوار رسالہ "شیرازہ" جلی سے لکھا ہوا ہے۔ پیغمبر خدا کی ایک حدیث ہے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" لہذا علیگڑھ کو بجائے مدینۃ العلم کہنے کے "علی" کی رعایت سے باب مدینۃ العلم کہنا چاہیے۔ ہمارے نزدیک تو یہ پیغمبر کے لقب پر ایک غاصبانہ حملہ ہے۔ ٹائٹل اُلٹیے تو ایک نیلگوں تصویر نظر آتی ہے اسمیں چھاپے اور مصوری کے عیب کم ہیں دودی اودی گھٹائیں اُٹھ رہی ہیں کوہستان کا منظر دکھایا ہے پہاڑی پر ایک عورت ٹانگیں لٹکائے کف دست پھیلائے "اللہ بھلا کرے" کیسی جلوہ افروز ہے غالباً یہ حال کے شعرا کی "دوشیزہ بہار" ہے اسکے سر پر مکٹ رکھنی ہے چادر بالکل اوڑھے ہے صرف کشکول کی کسر ہے۔ نیچے لکھا ہے ؎

"برسات میں یہ کیا ہوتا ہے؟"

اسی ترجیع پر صفحہ ۱۳ میں ایک نظم بھی ہے ؎

کسی شیخ کے لب پہ تبسم ہے کوئی اپنی جان کو کھوتا ہے
کہیں ٹوٹ کے بجلی گرتی ہے کہیں پھوٹ کے بادل روتا ہے
ہر پھول سحر کو اُٹھ اُٹھ کر کیوں شبنم سے منھ دھوتا ہے
کیوں سبزہ دوپٹہ منھ پہ تانے سبزہ باغ میں سوتا ہے
کچھ تو ہی بتا اے دیدہ تر برسات میں یہ کیا ہوتا ہے

غالباً نظم کا عکس اس تصویر میں دکھایا گیا ہے لیکن جو عورت ہاتھ پھیلائے بیٹھی کہہ رہی ہے "برسات میں یہ کیا ہوتا ہے" جوش فنون عکاسی نے اسکی بالائی ہونٹ میں "سبزہ" اُگا دیا ہے۔ بھلا قلم کاری بہار کسی صفحہ کو سادہ کیوں چھوڑتی۔ کہنے والا کہ "کیا ہوتا ہے؟" کا تعجب پھیلے ہوئے ہاتھوں اور کھلے ہوئے منھ سے ظاہر کیا گیا ہے اور عورت کی تاریکی اس تصویر میں یوں ہی ظاہر کی جاتی مگر ہم مشرقی ایشیائی شاعر بھلا ایسی باتیں کب مانتے ہیں۔ دوشیزہ بہار ہے معشوق۔ معشوق کا دہن ہم نے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ خصوصاً کنواری کا منھ اپنی مشہور رعنائی میں معدوم ہے۔ ہاں اگر یہ سوال کسی کنواری کے منھ سے نکل جائے تو

بے شک ہم مان لیں گے ؎

"عورت کی بھی مونچھیں اُگتی ہیں برسات میں یہ کیا ہوتا ہے؟"

اڈیٹر صاحب "کچھ اپنی بابت" کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں۔ "تصویروں میں فن مصوری کا ایک اعلیٰ نمونہ خلوت و جلوت شائع ہوگی" ہمیں انتظار ہے کہ یہ اعلیٰ نمونہ کب شائع ہوتی ہے ہم اپنی طباعی و ذہانت کو اس اعلیٰ نمونہ کی انتظار ملتوی رکھتے ہیں۔ اس وقت جو نمبر زیر نظر ہے اُسکے متعلق نہایت نیک نیتی کے ساتھ کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ اجرائے نو بہار کے مقاصد فی الواقع نہایت بلند ہیں مثلاً سب سے پہلا مقصد یہ ہے کہ وہ اردو زبان میں ادب و انشا کے سچے اور بے عیب نمونے پیش کرے اور رفتہ رفتہ اردو زبان میں علم ادب کا وہ سرمایہ مہیا کر دے جسکے بغیر موجودہ ترقی یافتہ زمانے میں کوئی زبان زبان ہونے کی حیثیت نہیں رکھتی۔ لیکن سرورق پر جو لفظ ہے وہ اس مقصد سے بے پروائی کا اظہار کرتی ہے مثلاً "اخبارات" ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اخبار کے معنی ایک موقت الشیوع کاغذ کے ہیں جسمیں خبریں ہوتی ہیں مگر یہ لفظ اردو ہے عربی نہیں ہے اسکی جمع "اخبارات" نہیں ہو سکتی۔ اخباروں لکھ سکتے ہیں جو کوئی شخص اخبارات کہتا ہے اُسے اردو کی نحو و صرف ہیں اُردو لفظ کے ساتھ "ات" کا پچھلا بطور علامت جمع دکھانا چاہیے۔ اسی طرح ایک لفظ "شاہ کار" ہے ہم لوگ لکھنؤ کے گنوار ہیں فارسی عربی انگریزی سے بالکل نابلد لہذا اسکے معنی نہیں معلوم ہیں نہ ہمارے کان آشنا ہیں۔ زنانی زبان میں بیباک عورت کو "شتکارا" کہتے ہیں ممکن ہے کہ اسکا مذکر شتکار یا شاہ کار ہو اسی طرح صفحہ سات پر جو ڈرامہ ادا شکوہ کا ایک منظر درج کیا گیا ہے اسکی بعض لفظیں بھی محل نظر ہیں مثلاً "ذلیق" کا املا۔ عبارت یوں ہے:۔

"ان کی نازنے تو جان ذلیق میں کردی"

یا "لبھوس" کا املا "دلدار" لکھتا ہے:۔

"یہ چڑیوں سے زیادہ لبا کوس ہیں پھر تمہیں مجھے

سرو کار"

علیٰ ہذا القیاس:۔

"ہاں دلدار کو لیتے جاؤ۔۔۔۔ آپ کا دل بہلائے گا"
اس عبارت پر بے اختیار تحسین کرنے کو جی چاہتا ہے کہ واہ شاہ کار صاحب۔

"ماشاءاللہ آپ تو خوب لکھتے ہو"

افسانہ کا نفس مطلب بھی کوئی مرغوب نہیں ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ مقبول بھی نہ ہو۔ افسانہ نگار نے اورنگ زیب اور سلطان مراد کا قصہ لکھا ہے۔ یعنی ہندوستان کے متشرع بادشاہ اورنگ زیب نے اپنے شرابی بھائی "مراد" کو پہلے تو خود ہی فرانسیسی شراب کی بھولی ہوئی بوتلیں یاد دلائیں۔ یہ کہا کہ تم جو کل چند فرانسیسی شراب کی بوتلیں یہاں چھوڑ گئے تھے میں نے فوراً اُس کے دان کے پھینک دینے کا حکم دے دیا۔ پھر جب بھائی نے اصرار کیا تو اورنگ زیب نے فرمایا کہ تمہاری مرضی ہے بوتلیں آئیں کھولی گئیں مراد نشے میں چور ہوا اور اورنگ زیب نے فوراً ہی گرفتار کر لیا۔ مگر یہ گرفتار ہاکر یاد رکھئے! "میں تجھے اس گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے باز رکھنا چاہتا ہوں"

جن بوتلوں کے پھینک دینے کا حکم دیا گیا تھا وہ خزانہ میں موجود رہیں۔ مراد نے ان فرانسیسی بوتلوں کے لائے جانے سے قبل اورنگ زیب کے سامنے شراب نہیں پی تھی۔ مگر جب "تمہاری مرضی" کا اجازت نامہ ملا تو چوبدار نے بوتلیں حاضر کریں۔ گویا پھینک دینے کا حکم ایک جھوٹا بہانہ تھا۔ اصل مطلب یہ تھا کہ کسی طرح یہ لالچی بھولی ہوئی بری چیز کو یاد کرے بھائی آئے میرے سامنے پیئے اور میں الزام رکھ کے گرفتار کروں۔ جو خیالات اس شاہ کار افسانہ کو دیکھنے سے ناظر کے دل میں پیدا ہو سکتے ہیں اُن کا خلاصہ ہم نے لکھ دیا زبان کی جو اور خرابیاں ہیں اُنکو تفصیل لکھنے میں طول ہوگا۔ لہذا ہم پھر جناب نگراں اور مشفق اڈیٹر سے پوچھتے ہیں کہ باوجود ان شاہ کاریوں کے آپ

"علاوہ زبان کے، لٹریچر کے افسانوں میں واقعات کی ترتیب آغاز و اختتام اور بجائے درج کئے ماحول کی خصوصیات"

میں جو بے ڈھنگا پن نمایاں ہوتا ہے اسے کیونکر رفع کریں گے ؟ - یہ کوچہ بہت بیڑھب ہے اور یہ دعویٰ اپنی نری نادیبا معلوم ہوتا ہے - ہر ایک پرچہ ایڈیٹر کی قابلیت کا آئینہ ہوتا ہے اور "ہمدرد" کے اس تحریر میں کوئی ایسی خصوصیت موجود نہیں ہے جو ان بڑے بڑے دعووں کے پورے ہونے کی اُمید دلائے - ہم مانتے ہیں کہ "تیج" "میلاپ" کے اس کی زبان لکھنؤ اور بے معنی نہیں ہے پھر بھی الڑھ پن سے خالی نہیں خدا کے لیے محنت کیجیے عبارت کے لیے اس قسم کے دعوے آسان ہوں گے - "کچھ اپنی بات نہیں جو مضمون نگاروں کے نام آپ نے لیے ہیں - ان سے کوئی اُمید دنیا کو نہیں ہے مگر ہاں شاگردوں اور حلقہ بگوشوں میں مقبولیت حاصل ہوگی یہ پرچہ میں جائے گا - باقی رہی اُردو کی اصلاح تو وہ یہاں سامان تعمیر محال ہے - (باقی آئندہ)

"ق"

دوبار

پنچ مل خدا - خدا مل پنچ

پیر جی کی داڑھی اور تبرک

مثل تو زبان زد ہے کہ "پیر جی کی داڑھی تبرک کے نذر" مگر جس حکایت سے یہ کہاوت وابستہ ہے اُسے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے - یہ حکایت مشہور فاضل عارف مُلا عبد الرحمٰن جامی اور ایک عراقی مولوی کی ہے - مُلا عبد الرحمٰن جامی خراسان کے مضافات میں ایک قصبہ "جام" کے رہنے والے تھے - ایک زمانہ تھا کہ کوئی دوسرا شخص ان کے ادائے لغت میں مولانا جامی کا شریک نہ تھا اتفاقاً ایک عراقی صاحب گنبد کے برابر عمامہ باندھے جام میں تشریف لائے اور لگے اپنے علم کا علَم بلند کرنے چند روز میں غریب مولانا جامی کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کا قحط ہو گیا - مولانا نے بارہا کہا کہ یہ کمبخت جاہل عراقی ہے مگر شخصیت پرستی کا جو دور دورہ آج آپ دیکھتے ہیں وہی جب بھی تھا - ان کی کسی نے سماعت نہ کی بات کا زور یوں ہوا کہ عراقی اور جامی میں مباحثہ کرایا جائے جو پالا جیتے وہی مقتدر - عراقی تھا اکھڑ گنوار کیونکہ اس نے دیکھا کہ مجمع جھوں کا ہے ان میں کوئی عربی زبان سے واقف نہیں - ایسا سوال کرنا چاہیے کہ مُلا جامی کہیں "نمیدانم" چنانچہ جب مولانا نے عربی زبان میں کہا کہ "سَل" (پوچھو) تو اس نے کہا -

"ما معنی قول العرب لا اعلم" (عرب جو کہتے ہیں "لا اعلم" تو اس کے کیا معنے ہیں) مولانا نے فرمایا "نمیدانم" بس "نمیدانم" (میں نہیں جانتا) کی صدا سنتے ہی جام کی خلقت تالی پیٹنے کودنے اچھلنے لگی - وہ مارا - ارے واہ رے عراقی مولوی ایک ہی سوال میں مولانا جامی کو سرا سے "نمیدانم" کہنے کے کچھ نہ بن پڑی مات کر دیا - چلیے ہوا بگڑ گئی اور مولانا ترکِ وطن پر مجبور ہوئے - مگر چلتے وقت عراقی کے پاس پیام بھیجا کہ واقعی جناب والا کے علم و فضل تقویٰ اور بزرگی میں کوئی کلام نہیں - مجھ سے قصور ہوا معاف کیجیے اور تبرکاً ریش مبارک کا ایک بال عنایت کیجیے کہ ذات تبرکاً تعویذ گلے کا بنا لوں - عراقی یہ کلمات سنتے ہی پھولے نہ سمائے داڑھی کا بال مولانا کے پاس بھیج دیا انھوں نے چوم چاٹ کے گلے کی ہیکل میں ڈال لیا - آپ جانیے مولانا کا یہ اظہار عقیدت بھلا خالی جانے والا تھا - تین روز کے اندر قریہ کے تمام آدمی عراقی کی داڑھی پر ٹوٹ پڑے ایک بال نہ چھوڑا اور اسطرح پیر عراقی کی داڑھی تبرک کے نذر ہو گئی -

ہمارے پیش نظر یہ حکایت ہے اور خلافت کمیٹی کا حساب بقول خود گذشتہ چار برس میں ستاون لاکھ روپیہ خلافت کمیٹی نے کمائے مگر پچیس لاکھ سے کچھ کم نقد و جنس روانہ کیے سولہ لاکھ عالی جناب سیٹھ چھوٹانی صاحب کے کاروبار میں گاؤ غپ ہوئے - اب ان سولہ لاکھ کا صحیح نام مقام ایک لکڑی چیرنے کا خیر محض کارخانہ ہے جو بالآخر کی نذر ہو گا - ۱۶ - اور ۲۵ اکتالیس ہوئے باقی ۱۶ لاکھ ان سولہ لاکھ کے مصارف کے جو قطعی وہ ٹھیک اسی طرح ٹھکانے لگے ہیں جس طرح ایک دیہاتی بھائی گھوڑی پر سوار ہو کے شادی میں شریک ہوئے جب میزبان نے کھانے کی نسبت دریافت کیا کہ کتنے کھانے آپ کو درکار ہیں تو کہنے لگے آٹھ کھانے - حساب سنو -

دو میں اور جی خود بنا بھائی تیسرے حجام چوتھے نائی پانچویں گھوڑی چھٹے بچھیڑا ساتویں چار جامہ آٹھویں چارپائی"

ان مصارف میں پانچویں مد ہے "ہندوستان میں انگریزی اور اُردو اخبارات کی امداد" سب تو خیر مگر یہ پانچویں مد ذرا کھٹکتی ہے جو اخباری کاغذ اس خوانِ نعمت کے نمک خوار ہیں ان سے اُمید ہے کہ وہ بذریعہ اعلان اس مد کی صحت ثابت کریں گے - اس حساب میں ہندسوں کے ساتھ ایک نثر بھی ہے جس میں سیٹھ چھوٹانی کی تباہی کا مرثیہ بھی قدیم پیرانہ زندگی اور بے یقینی قومی زندگی کو تقابل مصائب سفر دعوتوں کے لذیذ کھانوں کی ایذا ہندوستان کی بزدلی اور نامردی کا رونا - بعض خود غرض کام کرنے والوں کی مخالفت - مایوسیوں کا ہجوم اور دیگر آلام کی فہرست ہے اور خاتمہ پر یہ جملہ ہے کہ :-

"ان سب کی موجودگی ہوتے ہوئے بھی بفضلہ تعالیٰ خلافت کا جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہے اور ہمارا چلاوہ جب تک سانس چلتی ہے انشاء اللہ یونہی لہراتا رہے گا -"

ہاں جناب آپ کے منھ میں گھی شکر - مگر جھنڈے کا ہوا میں لہرانا نہ خلافت کے لیے مفید ہے نہ خلیفہ کے لیے - خصوصاً ہندوستان کی ہوا میں لہرانا پہلے خلیفہ تجویز کیجیے پھر خلافت کا جھنڈا لہرائیے تو دل خوش ہو واقعی آپ کے دولت اور وحدت کو مزدور عورتوں کی غذا سے تکلیف ہوئی ہم سب آپ کے شکر گزار ہیں مگر آپ کی نثر میں ایک کمی رہ گئی ہے یعنی آپ پیر جی کی داڑھی "خلافت فنڈ" میں کتنے بال باقی ہیں؟ آیا ان کے از سر نو اُگنے کی اُمید بھی ہے یا نہیں؟ - میں اور میرا خود بنا بھائی - حجام اور نائی گھوڑی اور اس کا بچھیڑا زین پوش اور چارپائی یہ سب کتنے دن تک باقی رہیں گے یہ گذارہ کر سکتے ہیں یہیں بڑی فکر اسی بات کی ہے ؟ -